مسلمان کو کافر کہنا کیسا؟ کہنے والا کافر ہو جائے گا؟

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: FSD-9162

تاریخ اجراء: 10 جمادی الاولی 1446ھ / 13 نومبر 2024ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر و غیر مسلم کہے، اس کے متعلق کیا حکمِ شرع ہے؟ کیا قائل کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اس حکم میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں یا دونوں کے لیے الگ الگ حکم ہے؟ اور کیا قائل پر کوئی حد بھی لگے گی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی شخص سچا مسلمان ہے، یعنی اللہ پاک کی وحدانیت، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ختم نبوت، جنت و دوزخ وغیرہا تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہے، تو اسے "کافر" کہنے والے کی دو صورتیں ہیں:

(1) مسلمان کو "کافر" کہنے والا اگر اسے مسلمان ہی سمجھتا ہے، صرف گالی کے طور پر یا مذاق میں اسے "کافر" کہا ہے، تو کہنے والا کافر نہیں ہو گا، لیکن سخت گنہگار ہو گا، اس پر فوراً توبہ و استغفار کرنا لازم ہے۔

(2) کسی مسلمان کو کافر و غیر مسلم اعتقاد کرتے ہوئے "کافر" کہا، حالانکہ اس میں کوئی بات کفریہ نہیں تھی، تو "کافر" کہنے والا حدیثِ پاک کے ظاہر کے اعتبار سے خود کافر ہو جائے گا، کیونکہ کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرنا، اسلام کو کفر جاننا ہے، لہٰذا اس پر توبہ و تجدیدِ ایمان فرض ہے اور اگر شادی شدہ ہے، تو تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے۔ نیز شریعتِ اسلامیہ میں اگرچہ ایسے شخص کے لیے کوئی مخصوص حد بیان نہیں ہوئی، لیکن اسلامی حکومت ہونے کی صورت میں حاکمِ اسلام ایسے شخص کو تعزیر کرے گا (یعنی اپنی صوابدید پر کوئی سزا دے گا)۔

جہاں تک عورت کے کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرتے ہوئے "کافر" کہنے کا تعلق ہے، تو عورت کے لیے بھی وہی حکم ہے، جو اوپر بیان کیا گیا، ہاں فرق یہ ہے کہ عورت کے کفریہ جملہ بولنے سے اس کا اپنے شوہر سے نکاح ختم نہیں

ہوتا، بلکہ بدستور قائم رہتا ہے، البتہ توبہ وتجدیدِ ایمان کے بعد اسے احتیاطاً شوہر کے ساتھ نئے حق مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔

کسی مسلمان کو "کافر کہنے کے متعلق" صحیح مسلم "کی حدیثِ پاک میں ہے:" ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت الیه" ترجمہ: جو اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو کافر کہے، تو وہ کفر دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹتا ہے، اگر وہ شخص (جس کو کافر کہا گیا ہے)، ایسا ہی ہے، جس طرح دوسرے نے کہا (یعنی اس میں کفریہ بات ہے)، تو کفر اسی پر ہے، ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آتا ہے۔ (صحیح المسلم، جلد1، صفحہ57، مطبوعہ کراچی)

اسی مفہوم کی احادیثِ طیبہ بالفاظِ دیگر کئی کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت شیخِ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی حنفی بخاری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1052ھ) "لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح" میں لکھتے ہیں: "وتوجیهه أنه لما قال للمسلم: کافر فقد جعل الاسلام کفرًا، واعتقد بطلان دین الاسلام، فافهم، وأما إذا قال بقصد الکذب والسب من غیر اعتقاد بطلان دین الاسلام، فقد یوجه" ترجمہ: اس حدیثِ پاک کی توجیہ یہ ہے کہ جب کسی شخص نے مسلمان کو (کافر اعتقاد کرتے ہوئے) کافر کہا، تو گویا اس کے اسلام کو کفر بنا دیا اور دینِ اسلام کو باطل اعتقاد کیا (تو کفر اس قائل کی طرف لوٹ آئے گا)، بہر حال جب بطورِ جھوٹ یا گالی، کافر کہا، اس کے دین کے بطلان کا اعتقاد نہیں رکھا، تو پھر اس کی توجیہ کی جائے گی (یعنی قائل کو کافر نہیں کہا جائے گا)۔ (لمعات التنقیح، باب حفظ اللسان، جلد8، صفحہ142، مطبوعہ دار النوادر، دمشق)

مسلمان کو کافر کہنے کی صورت میں قائل پر حکمِ کفر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مجمع الانہر، جامع الفصولین، ذخیرۃ، بحر الرائق، درمختار، رد المحتار، فتاوی عالمگیری وغیرہا کتبِ فقہ میں ہے، واللفظ للآخر: "والمختار للفتوی في جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات إن کان أراد الشتم ولا یعتقده کافرا لا یکفر، وإن کان یعتقده کافرا فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده أنه کافر یکفر" ترجمہ: اس طرح کے مسائل میں فتویٰ کے لیے مختار قول یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر اس طرح کے جملے سے گالی کا قصد کیا، وہ مسلمان کو کافر اعتقاد نہ کرتا ہو، تو قائل کافر نہیں ہوگا اور اگر وہ دوسرے کو کافر اعتقاد کرتا ہے، تو اس

اعتقاد کی بنا پر دوسرے کو "کافر" کہنے سے قائل خود کافر ہو جائے گا۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، جلد2، صفحہ278، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے، خود کافر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد11، صفحہ376، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسلمان کو کافر کہنے والے کی سزا بیان کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "کسی شخصِ مسلم پر بلا وجہ شرعی حکمِ تکفیر بحسب ظواہر احادیث صحیحہ و نصوص صریحہ جمہور فقہاء خود قائل کے لئے مستلزم کفر ہے "قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما" حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو "او کافر" کہے، تو وہ کفر دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹ پڑتا ہے۔ **اور اس پر ضرور تعزیر شرعی لازم ہے کہ حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے،** سلطان اسلام یا اس کے مقرر کردہ حکام ضرب و حبس سے قتل تک اسے تعزیر دے سکتے ہیں، تعزیر ہم لوگوں کے ہاتھ میں نہیں، ہمارے پاس اسی قدر ہے کہ اس سے میل جول سلام کلام ترک کریں.... الخ۔" (فتاوی رضویہ، جلد21، صفحہ252، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1367ھ / 1947ء) لکھتے ہیں: "کسی مسلمان کو کافر کہا تو تعزیر ہے۔ رہا یہ کہ قائل خود کافر ہو گا یا نہیں؟ اس میں دو صورتیں ہیں: اگر اسے مسلمان جانتا ہے تو کافر نہ ہوا، اگر اسے کافر اعتقاد کرتا ہے، تو خود کافر ہے کہ مسلمان کو کافر جاننا، دین اسلام کو کفر جاننا ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ408، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عورت کے کلمۂ کفر بولنے کی صورت میں اس کا حکم بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ ان اکابر کے **قول ماخوذ و مفتٰی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمھم اللہ تعالیٰ سے، جسے فقیر نے باتباعِ نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بُعد نہیں تجدید نکاح بنظرِ احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں،** بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے اور نکاح باقی ہے، جیسے بحال نماز وروزہ رمضان واعتکاف واحرام وحیض ونفاس، یوہیں جبکہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے زوجہ حرام ہو گئی، یہاں تک کہ اس کی بہن کو جدا کردے اور اس کی عدت گزر جائے، بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور نکاح زائل نہیں، جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے، تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین

ایک ہو جائیں نکاح میں اصل خلل نہیں، اور حرمت ابدی، دائم ہے، والمسائل منصوص علیھا فی الدرو غیرہ من الاسفار الخ (مسائل مذکورہ کی درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں صراحت کردی گئی)" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 245، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اور دوسرے مقام پر امامِ اہل سنّت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: "ہندہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا، ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہر کی توہین کی، **مگر ہندہ نکاح سے نہ نکلی، نہ ہرگز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرلے** لان الفتوی علی روایۃ النوادر لاجل فساد الزمان کما بیّنّاہ فی فتاونا (کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتوٰی نوادر کی روایت پر ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔) **ہاں! بعدِ اسلام زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی،** احتیاطا لاصل المذھب (احتیاط کے طور پر واسطے اصل مذہب کے۔)

.... ولا نفقۃ لمرتدۃ (مرتدہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔) مگر مرتدہ ہونے سے مہرِ مدخولہ ساقط نہیں ہوتا، تمام وکمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدید نکاح میں مہرِ جدید برضائے فریقین معیّن ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں، بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور کی جائے گی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 12، صفحہ 263،264، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک تیسری صورت بھی ہوتی ہے کہ کسی کو کافر قرار دینے کے پیچھے کوئی شبہ ہوتا ہے، اس میں بہت سی مزید صورتیں بنتی ہیں، اس لئے اس کا حکم بیان نہیں کیا جارہا۔ وہ کوئی پیش آمدہ صورت ہو تو متعین طور پر بتاکر پوچھ لیا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم